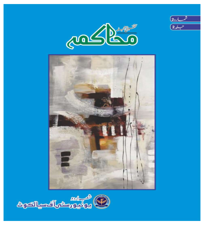

علمی و تحقیقی مجلہ ”محاکمہ“ یونیورسٹی آف سیالکوٹ

ISSN (Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

ڈاکٹر منیر حسین

وائس پرنسپل، میونسپل ایجوکیشنل سسٹم میرپور آزاد کشمیر

مولانا انور شاہ کشمیری اور اقبال

Maulana Anwar Shah Kashmiri & Iqbal

Dr. Munir Hussain

Vice Prinicipal Munnicipal Educational System Mirpur. Azad Kashm

Abstract

Kashmir is a land of lofty mountains, flowering valleys, pretty water falls, and beautiful passes. Horizon of Himalayan Paradise introduced prestigious services of intellectuals. Allama Anwar Shah Kashmiri (1875-1933) was a luminary intellectual belonged to valley of Lolab of Jammu & Kashmir. He received his early education at home, later on; he entered into a Dar-ul-Uloom of Hazara. He got higher Islamic education from Dar-ul-Uloom Deoband. He taught in different institutions in his life carrier i.e. Madrasa Aminyah, Fayad Aam, Dar-ul-Uloom Deoband and Dhabel. He authored lot of books on Islam. He was a very good orator. Iqbal has close ties with him. Poet of East derived immense spiritual and intellectual benefit through his association. Both Jewels of Kashmir has overwhelming perspicacious of finality of Prophet-hood. They exposed neophyte malodourous and Pestilent Character of Qadiyanis cult. Both intellectuals have pellucid intrepid stand on Qadiyani cult. Due to efforts of these intellectuals Qadiyani cult exposed in every walk of life. They failed Hindu intrigues, Qadiyani perish propaganda and the English mind. This paper highlights many different curves of relationship between Poet of East and Maulana Anwar Shah Kashmiri.

Keywords: Lofty , Himalayan , Orator , Spiritual , Pestilent, Cult

خطہ کشمیر سبزہ زاروں، گل ریز مرغزاروں، شاداب وادیوں، گھنے جنگلوں، چناروں اور برف پوش پہاڑوں کی سرزمین ہے۔ اس مردم خیز خطے نے زندگی کے ہر میدان میں کارہائے نمایاں سرانجام دینے والے سپوت پیدا کیے۔ کشمیر کے حکمرانوں راجا للتا دتیہ (۷۳۲-۶۹۵ء) کے دور حکمرانی میں اس کی سرحدیں قندھار، تبت، پنجاب، کابل اور ترکستان تک وسیع ہوئیں۔ سلطان محمود غزنوی اپنے تین حملوں میں بھی کشمیر کو تسخیر نہ کر سکا۔ سلطان سکندر (۱۴۱۷-۱۳۹۴ء) کے عہد حکومت میں جب ہندوستان تیمور کے حملوں کی زد میں تھا تو اہل کشمیر کی قیادت کی فطری ذہانت و فطانت کی بدولت تیمور اس وادی گل پوش کی طرف قدم بڑھانے سے قاصر رہا۔ جھیلوں اور جھرنوں کی یہ سرزمین علم و ادب، فقہ و حدیث، شاعری اور فنون لطیفہ میں بھی اپنا کوئی ثانی نہیں رکھتی۔ اقبال کے آباؤ اجداد کا تعلق بھی چناروں کی سرزمین وادی گل پوش سے تھا۔

مولانا انور شاہ کشمیری ۱۷، اکتوبر ۱۸۷۵ء کو کشمیر کی حسین و جمیل وادی لولاب کے گاؤں "دودھ ون" میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد پیر محمد معظم شاہ خواص و عوام میں ایک مقبول ترین شخصیت کے مالک تھے۔ ابتدائی تعلیم گھر سے حاصل کرنے کے بعد ۱۸۸۸ء کو ہزارہ کا کول کے ایک دارالعلوم سے تین سال تک فقہ، حدیث اور فلسفے کی تعلیم حاصل کی۔ ۱۸۹۳ء کو دارالعلوم دیوبند میں چلے گئے جہاں سے ۱۸۹۷ء میں مولانا محمود الحسن سے سند فراغت حاصل کی۔ ۱۸۹۸ء سے لے کر ۱۹۰۳ء تک دہلی کے مدرسہ امینیہ میں درس و تدریس میں مصروف

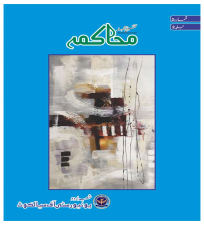

رہے۔ ۱۹۰۵ء میں بعض مشاہیر کشمیر کے ساتھ فریضہ حج کے لئے روانہ ہوئے۔ حجاز مقدس کے سفر سے لوٹنے کے بعد آپ نے کشمیر کے ایک متمول شخص عبدالصمد ککڑو کے مشورے سے وادی لولاب کے بجائے بارہ مولا میں "مدرسہ فیض عام" کا اجراء کیا۔ اہل کشمیر کی بے حسی کی بدولت یہ مدرسہ زیادہ دیر قائم نہ رہ سکا اور صرف چار سال کے قلیل عرصہ میں مالی مشکلات کا شکار ہو کر بند ہو گیا۔ اس مدرسے کے بند ہونے کے بعد آپ وادی کشمیر کو چھوڑ کر دیوبند میں جانا چاہتے تھے۔ محمد دین فوق نے بارہ مولا میں آپ سے ملاقات کر کے آپ کو کشمیر نہ چھوڑنے کا مشورہ دیا لیکن اس کے باوجود آپ نے دیوبند کو اپنا مسکن بنایا۔ جنگ عظیم اول کے دوران مولانا محمود الحسن نے جب ۱۹۱۵ء میں سفر حجاز کیا تو وہ آپ کو قائم مقام صدر مدرس دارالعلوم دیوبند بنا کر گئے۔ مولانا محمود الحسن کو انگریزوں نے ریشمی رومال کی تحریک کی وجہ سے گرفتار کر کے مالٹا بھیج دیا۔ ۱۹۲۰ء میں مولانا کو انگریزوں نے پانچ سال کی اسیری کے بعد رہا کیا اور وہ واپس ہندوستان آئے اور اس سال ہی آپ کا انتقال ہو گیا۔ ۱۹۲۸ء تک مولانا انور شاہ کشمیری دیوبند میں صدر المدرسین کے عہدے پر فائز رہے۔ اور پھر اختلافات کی وجہ سے دیوبند کو خدا حافظ کہہ کر صوبہ گجرات کے علاقے ڈابھیل میں چلے گئے۔ جہاں آپ نے جامعہ اسلامیہ میں پانچ سال تک علم حدیث کا درس دیا۔ آپ کے خاص شاگردوں میں مولانا شبیر احمد عثمانی قابل ذکر ہیں جن کا کردار تحریک پاکستان میں نمایاں ہے۔ آپ ۱۹۳۲ء میں مشہور قادیانی مقدمہ بہاولپور میں بطور گواہ پیش ہوئے۔ واپسی پر آپ کی صحت خراب ہو گئی۔ آخر کار ۲۹ مئی ۱۹۳۳ء کو داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔ آپ کا مزار دیوبند میں ہے۔

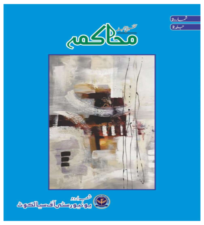

ISSN (Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

بیسویں صدی کے آغاز میں جب برعظیم کے مسلمانوں نے سامراجی قوتوں سے آزادی حاصل کرنے کے لئے سیاسی جدوجہد کا آغاز کیا تو ملک کے مذہبی رہنماؤں، فقہا اور جید علماء نے بھی اس تحریک آزادی میں حصہ بھرپور لیا۔ جمعیت علماء ہند نے اکتوبر ۱۹۲۱ء کو لاہور میں ایک شاندار جلسے کا اہتمام کیا۔ اس جلسے کے روح رواں مولانا عبدالقادر قصوری تھے اور یہ جلسہ لاہور میں بریڈلا ہال میں منعقد ہوا۔ اس جلسے کی خاص بات کے متعلق عبدالرؤف عروج تحریر کرتے ہیں کہ:

> "جمعیت علماء ہند کے زیر اہتمام مولانا عبدالقادر قصوری نے لاہور میں ایک جلسہ عام کا اہتمام کیا اس میں جہاں ملک کے ممتاز علماء شریک ہوئے وہاں مولانا کشمیری نے بھی شرکت کی۔ جلسہ کے اختتام پر بانیان جلسہ نے اقبال اور مولانا کشمیری کو آپس میں متعارف کروایا۔ (۱)

یہ ملاقات ایک نئی اقلیم کا پیش خیمہ ثابت ہوئی اور مستقبل میں یہ سلسلہ بلا انقطاع چلتا رہا۔ علامہ اقبال مولانا انور شاہ کشمیری کی سیمابی شخصیت سے اس قدر متاثر ہوئے کہ ان کے قیام لاہور کے لئے انتظامات کرنے لگے۔ آپ کو خطیب بادشاہی مسجد اور اسلامیہ کالج میں علوم دین کا سربراہ مقرر کروانے کے لیے سرگرم ہوگئے۔ عبدالرحمٰن کوندو اس کے متعلق تحریر کرتے ہیں کہ:

> " ۳۱ جنوری ۱۹۲۲ء کی بات ہے جب اقبال نے مولانا انورشاہ کے قیام کے انتظامات کر لیے تھے۔ لاہور میں علامہ اقبال نے ہر دو انجمنوں سے معاملہ فہمی

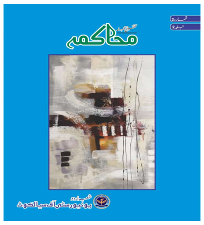

> بھی کر لی تھی کہ اگر آپ یہاں تشریف لے آئیں تو آپ خطیب بادشاہی مسجد اور ادھر اسلامیہ کالج میں علوم دین کے سربراہ ہوں گے"۔ (۲)

علامہ اقبال مولانا انور شاہ کشمیری کو لاہور میں بلانے کے لیے اس وجہ سے بے تاب تھے کیونکہ اس وقت ملت اسلامیہ کے لئے فقہ کی تدوین نو کے علاوہ عمرانی مسائل جیسے عوامل در پیش تھے۔ اور مولانا انور شاہ کشمیری میں وہ تمام خصائص موجود تھے جو زمانے کے تغیر و تبدل شدہ حالات کے لئے ضروری تھے۔ اقبال آپ کی دینی وسعت نظر، منظم الہیاتی فکر، علمی بصیرت اور علوم و فنون میں بے پناہ جامعیت کے دل سے معترف اور قدردان تھے۔ مارچ ۱۹۲۵ء میں جب مولانا انور شاہ انجمن خدام الدین لاہور کے جلسے میں تشریف لائے تو اقبال نے محررہ ۱۳- مارچ ۱۹۲۵ء کو مولانا کو خط لکھ کر اپنے ہاں دعوت کے لیے مدعو فرمایا۔ اقبال اپنے خط میں تحریر کرتے ہیں کہ:

> "مجھے ماسٹر عبداللہ صاحب سے معلوم ہوا کہ آپ انجمن خدام الدین کے جلسہ میں تشریف لائے ہیں اور ایک دوروز قیام فرمائیں گے۔ میں اسے اپنی بڑی سعادت تصور کروں گا۔ اگر آپ کل شام اپنے دیرینہ مخلص کے ہاں کھانا کھائیں۔" (۳)

ڈاکٹر عبداللہ چغتائی کے مطابق لاہور کی اس ملاقات میں علامہ انور شاہ کشمیری کے علاوہ مفتی عزیز الرحمٰن، مولانا حبیب الرحمٰن اور مولانا شبیر احمد عثمانی بھی شامل تھے۔ اس کے علاوہ سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کو بھی اقبال نے مدعو کیا ہوا تھا۔ اس ملاقات میں اقبال نے مولانا انور شاہ کے سامنے کون سے اہم فقہی مسائل اٹھائے اور آپ نے کیا

جواب دیے، اس کا ذکر مولانا سعید احمد اکبر آبادی اپنے مقالے بعنوان "اے کہ توں مجموعہ خوبی بچہ نامت خوانم" میں اس طرح کرتے ہیں کہ:

> "کھانے سے فراغت کے بعد ڈاکٹر صاحب نے ختم نبوت اور قتل مرتد کا مسئلہ چھیڑ دیا جس پر کامل دواڑھائی گھنٹے تک گفتگو رہی۔۔۔ شاہ صاحب نے ڈاکٹر صاحب کے بیان کردہ شکوک و شبہات ابرادات و اعتراضات کو بڑے سکون کے ساتھ سنا اور اس کے بعد ایک ایسی جامع اور مدلل تقریر کی کہ ڈاکٹر صاحب کو ان دو مسئلوں پر اطمینان کلی ہو گیا"۔ (۴)

مولانا انور شاہ کشمیری نے جب دارالعلوم دیوبند سے استعفیٰ دیا تو اقبال کی خواہش تھی کہ آپ کو لاہور میں بلایا جائے تاکہ ان کی اسلامی بصیرت سے مکمل استفادہ کیا جائے۔ اقبال اپنے رفقاء کے ذریعہ اور مولانا کو ایک تار بھیج کر لاہور میں قیام کرنے پر راضی کرنا چاہتے تھے لیکن ان کوششوں سے قبل ہی مولانا ڈابھیل جانے کا عہد کر چکے تھے۔ علامہ اقبال مولانا کو بار بار لاہور بلانے کے لیے کیوں اصرار کرتے رہے تھے مولانا سعید احمد اکبر آبادی اس کے متعلق تحریر کرتے ہیں کہ:

> "اسلام کی سب سے بڑی ضرورت فقہ کی جدید تدوین ہے جس میں زندگی کے ان سینکڑوں ہزاروں مسائل کا صحیح اسلامی حل پیش کیا گیا ہے جس کو دنیا کے موجودہ قومی اور بین الاقوامی، سیاسی، معاشی اور سماجی احوال و نظر نے پیدا کر دیا

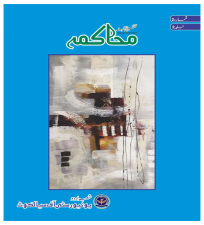

ہے۔ مجھ کو پورا یقین ہے کہ اس کام کو میں اور شاہ صاحب دونوں مل کر ہی کر سکتے ہیں"۔ (۵)

فقہ کی تدوین نو کے حوالے سے اقبال اور مولانا انور شاہ کی خط و کتابت کا سلسلہ جاری رہا ۔ مسئلہ زمان و مکان فکر اقبال میں کلیدی حیثیت رکھتا ہے اس آفاقی فلسفے کو سمجھنے کے لیے جہاں مغربی مفکرین سے اقبال نے استفادہ کیا اس کے ساتھ ساتھ مسلمان علماء کے استدلال، استفسار اور امکانات کو بھی پیش نظر رکھا اور ان کے خیالات سے بھرپور معرفت حاصل کی۔ مولانا انوری علامہ اقبال اور انور شاہ کشمیری کے درمیان اس مسئلے کے لیے ہونے والی بحث کے متعلق تحریر کرتے ہیں کہ:

> " مجھے ڈاکٹر اقبال نے کہا کہ اثبات باری تعالیٰ پر نیوٹن نے بڑی عمدہ کتابیں لکھی ہیں فرمایا کہ نیوٹن کی میں نے پندرہ تصانیف دیکھی ہیں۔ میں نے جو رسالہ لکھا ہے اس میں جو دلائل قائم کیے ہیں "ضرب الخاتم علی حدوث العالم" اور "مرقاۃ الطارم" اس کو نیوٹن نہیں پہنچ سکا۔ پھر اقبال نے ضرب الخاتم مجھ سے لے لی اور اس نے بہت سے خطوط لکھ کر ضرب الخاتم کو مجھ سے سمجھا۔ میرے نزدیک جو کچھ ضرب الخاتم کو اقبال سمجھے ہیں اس کو کوئی مولوی بھی نہیں سمجھ سکا"۔ (٦)

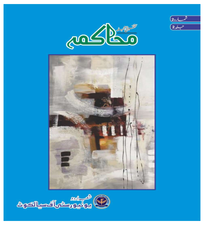

مولانا انور شاہ نے مسئلہ زمان و مکان کو سمجھنے کے لیے اقبال کو عراقی کا ایک رسالہ بھی دیا تھا اس رسالے کے متعلق اقبال نے اپنے خط محررہ ۸۔ اگست ۱۹۳۳ء بنام پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی کے نام بھی ذکر کیا ہے۔ اقبال اپنے خط میں تحریر کرتے ہیں کہ:

> "مولوی سید انور شاہ مرحوم و مغفور نے مجھے عراقی کا ایک رسالہ مرحمت فرمایا تھا اس کا نام تھا "فی درایۃ الزمان" جناب کو ضرور اس کا علم ہو گا۔ میں نے یہ رسالہ دیکھا ہے"۔ (۷)

دسمبر ۱۹۲۸ء میں پنجاب یونیورسٹی کے شعبہ السنہ شرقیہ میں ایک جلسہ زیر صدارت ڈاکٹر محمد اقبال منعقد ہوا تو اقبال نے مولانا انور شاہ کشمیری کی ان فلسفیانہ تحقیقات پر سیر حاصل گفتگو کی تھی۔ اس زمانے میں اقبال خطبات مدراس لکھنے میں مشغول تھے تو اقبال مشرقی اور مغربی مفکرین سے استفادہ کر رہے تھے۔ ڈاکٹر فیوض الرحمٰن ان خطبات میں مولانا انور شاہ کے کردار کے حوالے سے تحریر کرتے ہیں کہ:

> "مدراس میں علامہ اقبال نے ایک دفعہ چند خطبات دیے تھے جو انگریزی زبان میں مستقل کتابی صورت میں چھپ کر دور دور تک پہنچ چکے ہیں۔ ان خطبات کے مذہبی حصہ کے لئے علامہ اقبال نے حضرت شاہ صاحب سے مدد مانگی اور انہی خیالات کو حجت کے طور پر پیش کیا جو حضرت صاحب نے ظاہر فرمائے تھے" (۸)

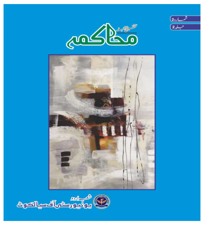

انیسویں صدی میں سلطنت برطانیہ پر سورج غروب نہیں ہوتا تھا وہ مسلمانوں کو نیست و نابود کرنے کے لئے مختلف حربے اختیار کر رہے تھے۔ مسلمانوں میں بھی میر جعفر اور صادق جیسے غداروں کی کمی نہ تھی۔ مسلمانوں کی ناگفتہ بہ سیاسی، مذہبی اور مالی حالت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے فرنگیوں نے قلعہ اسلام پر حملہ کرکے بہائیت اور قادیانیت کے ظہور کے لئے فضا ہموار کرلی۔ قادیانیت کا خودرو پودا سرزمین پنجاب میں کاشت کیا گیا۔ بہائیت کو ایران میں ترقی دینے کا اصولی فیصلہ کیا گیا۔ مسلمانوں کے مذہبی عقائد پر حملہ سب سے شدید تھا ان خود رو مذہبی عقائد کی بدولت ملت کے اندر فاسد خون کو شامل کر کے مسلمانوں کو اسلام کی اصل تعلیمات سے دور کیا گیا۔ مسلمانوں کی مذہب سے دوری کی بدولت ابتداء میں اس خودرو پودے کے اثرات کا ادراک نہ کیا گیا بلکہ جب یہ پودا فاسد خون کی بدولت پروان چڑھنے لگا تو مسلمانوں کو اس کے منفی اثرات سے واسطہ پڑا تو ان کے غلیظ عقائد کا ادراک ہوا تو مسلمانوں نے اس کے ناپاک وجود سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے کوششیں شروع کیں۔ دارالعلوم دیوبند کے علماء نے فتنہ قادیانیت کے مسموم اثرات سے ملت کو آگاہ کرنے میں مرکزی کردار ادا کیا۔

ریاست جموں و کشمیر کو مہاراجہ ہری سنگھ اپنی زر خرید ریاست سمجھتا تھا اس لئے ریاست کے مسلمانوں پر ہر قسم کے مظالم ڈھانا وہ اپنا فرض منصبی خیال کرتا تھا۔ ریاست میں جب مہاراجہ کے مظالم حد سے تجاوز کرنے لگے تو علامہ اقبال نے مہاراجہ کو ان مظالم کی طرف متوجہ کیا لیکن کوئی خاطر خواہ فرق نہ پڑا۔ ۲۵ جولائی ۱۹۳۱ء کو شملہ میں نواب ذوالفقار کی کوٹھی پر عمائدین کا ایک اجلاس منعقد ہوا جس میں "آل انڈیا کشمیر کمیٹی" کی تشکیل دی گئی۔ اس کمیٹی کے صدر مرزا بشیر الدین محمود اور سیکرٹری جنرل عبد الرحیم تھے۔ علامہ اقبال بھی اس کمیٹی کے ممبر منتخب کیے

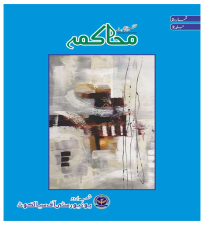

گئے۔ کشمیر کمیٹی کے صدر بشیر الدین ایک قادیانی تھے اس لئے اس کمیٹی کے درپردہ انہوں نے کئی احمدی مبلغین کشمیر میں داخل کر دیے۔ کمیٹی کا دستور نہ ہونے کی وجہ سے صدر کے پاس لامحدود اختیارات تھے اقبال نے جب کمیٹی کے لیے ایک دستور کی ضرورت پر زور دیا تو کمیٹی کے صدر نے صدارت سے استعفیٰ دے دیا۔ اقبال کو عارضی طور پر اس کا صدر منتخب کیا گیا۔ بعد میں اقبال نے بھی صدارت سے استعفیٰ دے دیا جس کے متعلق انظر شاہ مسعودی "نقش دوام" میں تحریر کرتے ہیں کہ:

> "علامہ کشمیری جن کے ڈاکٹر اقبال سے تعلقات تھے۔ وہ اب تک قادیانیت کے مضر پہلوؤں سے تقریباً ناواقف تھے۔ اسی زمانے میں علامہ نے موصوف کو طویل خط لکھ کر فتنہ قادیانیت کی زہر چکانیوں سے مطلع کیا۔ ڈاکٹر اقبال نے بعد میں کشمیر کمیٹی سے استعفا بھی دے دیا بلکہ وہ فتنہ قادیانیت کے استحصال کے محاذ پر ایک پرجوش داعی ہو گئے"۔ (۹)

علامہ اقبال اور مولانا انور شاہ کشمیری جیسی برگزیدہ ہستیوں کی مساعی کی بدولت خطہ کشمیر قادیانیت کے مذموم مقاصد کی بھینٹ چڑھنے سے محفوظ رہا۔ علامہ اقبال جب کشمیر کمیٹی سے مستعفی ہوئے تو اس کے متعلق بیان دیتے ہوئے اس کی وجہ قادیانیت ہی کو قرار دیا۔

> "بدقسمتی سے کمیٹی میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو اپنے مذہبی فرقے کے امیر کے سوا کسی دوسرے کا اتباع کرنا سرے سے گناہ کبیرہ سمجھتے ہیں"۔ (۱۰)

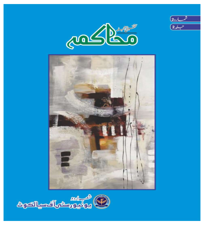

علامہ انور شاہ کشمیری نے "خاتم النبیین" کے عنوان سے فارسی میں ایک کتاب بھی تحریر کی تاکہ مسئلہ ختم نبوت کی اہمیت کو واضح کیا جاسکے۔ اس کتاب میں آپ نے قرآن مجید اور حدیث نبوی ﷺ سے استناد پیش کر کے اس مسئلے کی غرض و غایت اور افادیت کو اجاگر کیا اور اس مسئلے کے اہم نفساتی پہلوؤں کو اجاگر کیا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ خبیث شجر ملت کے لئے مزید زہر ناک ہوتا گیا۔ مسلمانوں کے لیے احمدیت نزع کا مسئلہ بن گئے۔ غلام عائشہ بنت الٰہی بخش کا نکاح عبدالرزاق سے ہوا تھا جو بعد میں قادیانی ہو گیا۔ غلام عائشہ نے تنسیخ نکاح کے لئے احمد پور شرقیہ کی عدالت سے رجوع کیا یہ مقدمہ مختلف مراحل طے کرتے ہوئے ڈسٹرکٹ جج بہاولپور کی عدالت تک پہنچ گیا۔ اس مقدمے میں مولانا انور شاہ کشمیری کو بطور گواہ پیش کیا گیا۔ بہاولپور جاتے ہوئے انور شاہ کشمیری لاہور رکے تو اقبال سے ملاقات بھی ہوئی جس کے متعلق کلیم اختر تحریر کرتے ہیں کہ:

> "علامہ اقبال اور مولانا انور شاہ کی آخری ملاقات اگست ۱۹۳۲ء میں ہوئی۔ یہ وہ وقت تھا جب مولانا مقدمہ بہاولپور کے سلسلہ میں بہاولپور جارہے تھے۔ اس سفر میں انہوں نے دوروز لاہور میں قیام کیا۔ ان ایام میں مولانا انور شاہ جامع مسجد آسٹریلیا میں صبح کی نماز کے بعد درس قرآن دیتے تھے۔ علامہ اقبال اس موقعہ پر موجود ہوتے تھے"۔ (۱۱)

مولانا انور شاہ کشمیری ۲۵ اگست ۱۹۳۲ء کو فاضل جج محمد اکبر خان کی عدالت میں پیش ہوئے اور پانچ دن تک اپنی شہادت قلمبند کروائی۔ آپ کے پیش ہونے کی وجہ سے قادیانیت

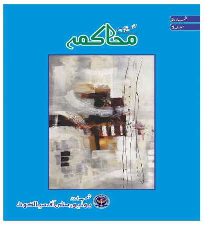

کے سارے راز طشت از بام ہوگئے۔ مولانا کی علمی و استدلالی اٹھان کی بدولت قادیانیت پر جو کاری ضرب لگی جس کی بدولت ہم علمی و فکری سطح پر استعماری طاقتوں کے چنگل سے آزاد ہونے کی طرف پیش قدمی کرنے لگے۔ میر عبدالماجد مولانا انور شاہ کشمیری کی اضطرابی کیفیت کے متعلق تحریر کرتے ہیں کہ:

> "مولانا غلام محمد صاحب کی دعوت پر اپنے تمام پروگرام منسوخ کر کے مولانا انور شاہ کشمیری بہاولپور تشریف لائے۔ ان کے تشریف لانے سے پورے ہندوستان کی توجہ اس مقدمہ کی طرف ہوگئی۔ اس سے مرزائیت کو بڑی پریشانی لاحق ہوگئی۔ انہوں نے ان حضرات علماء کی آئینی گرفت اور احتسابی شکنجہ سے بچنے کے لئے ہزاروں جتن کیے"۔ (۱۲)

اس مقدمے کے فیصلے کے لئے مولانا بے تاب تھے لیکن آپ کی زندگی میں اس مقدمے کا فیصلہ نہ سنایا جاسکا اس لئے آپ کی وصیت کے مطابق آپ کو اس مقدمے کا فیصلہ مولانا صادق نے آپ کی قبر پر سنایا۔ مولانا انور شاہ کی رحلت کے بعد اقبال فتنہ قادیانیت کے ابطال اور ارتداد کے لئے سینہ سپر ہوگئے۔ اقبال کے عہد میں مسلمانوں کو جو فکری مسائل درپیش تھے ان میں ایک بڑا مسئلہ ختم نبوت کا بھی تھا۔ آپ کو ملت اسلامیہ کی ثقافت میں ایک جدید اساسی عنصر کو شامل کرنا پڑا کہ ختم نبوت پر کامل ایمان لائے بغیر کسی مسلمان کا ایمان کامل نہیں ہو سکتا۔ آپ نے اپنے کئی مقالات اور کلام میں بھی اس فتنے کی نشاندہی کی تاکہ مسلمانوں کی اسلامی ثقافت سے مادی عنصر کا خاتمہ کیا جاسکے۔۔ پنڈت جواہر لعل نہرو کے تین مقالات جو ماڈرن ریویو کلکتہ میں شائع ہوئے۔ اقبال نے ان مقالات کے جواب کے لئے ایک مدلل مقالہ لکھ کر فتنہ قادیانیت میں مخفی زہر کو

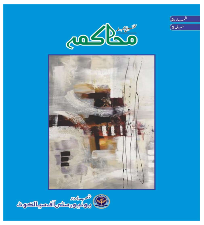

عیاں کیا کہ کس طرح ہندو اور قادیانی مل کر مسلمانوں کے وجود کو ختم کرنا چاہتے ہیں اور امت مسلمہ کی نژاد نو کو ان کے دین کے بارے میں تشکیک میں مبتلا کر رہے ہیں۔ اقبال "ضرب کلیم" میں قادیانیوں پر کھل کر تنقید کر کے ان کے مذموم مقاصد کو عیاں کرتے ہیں۔ اقبال لکھتے ہیں کہ:

وہ نبوت ہے مسلماں کے لیے برگ حشیش
جس نبوت میں نہیں قوت و شوکت کا پیام (۱۳)

علامہ اقبال نے اپنے آخری مجموعہ کلام "ارمغان حجاز" میں بعنوان "ملازادہ ضیغم لولابی کشمیری کا بیاض" میں اہل کشمیر کے متعلق انیس نظمیں قلم بند کی ہیں جن کا تعلق اہل کشمیر سے ہے۔ ان نظموں میں علامہ اقبال نے بڑی ژرف نگاہی اور مفکرانہ انداز میں اہل کشمیر کے خصائص کا ذکر کیا ہے۔ ان نظموں کی بحث و تمحیص کا تعلق براہ راست اہل کشمیر کے جذبہ عشق و خرد اور اوج و بلندی سے ہے۔ ان اشعار کی استفہامی کیفیت و کمیت اقبال کی اہل کشمیر کے ساتھ روحانی میلان کو ایک منفرد اور مستند انداز میں جھلک دکھاتی ہے۔ یہ اشعار اقبال کے اپنے آبائی وطن کے ساتھ رقیق القلبی اور نذاکت احساس کی زندہ مثال ہیں۔ ان اشعار میں اہل کشمیر کی تہذیب و تمدن معاشرت و فکر، جمالیات اور نفسیات کے مخفی پہلوؤں کو علامہ اقبال نے ایک نئے زاویہ نگاہ سے منکشف کیا ہے۔ ان نظموں میں اہل کشمیر کے احوال و آثار کے علاوہ عصر حاضر کے تغیر پزیر حالات کی مکمل تصویر کشی کی گئی ہے۔ پہلی نظم میں مولانا انور شاہ کشمیر کے مولد و مسکن وادی لولاب کا ذکر پانچ بار آیا ہے۔

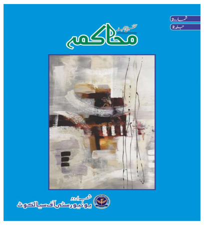

پانی ترے چشموں کا تڑپتا ہوا سیماب !
مرغان سحر تیری فضاؤں میں ہیں بیتاب !
اے وادی لولاب!
گر صاحب ہنگامہ نہ ہو منبر و محراب !
دیں بندہ مومن کے لیے موت ہے یا خواب!
اے وادی لولاب!
ہیں ساز پہ موقوف نواہائے جگر سوز
ڈھیلے ہوں اگر تار تو بے کار ہے مضراب!
اے وادی لولاب!
ملا کی نظر نور فراست سے ہے خالی
بے سوز ہے میخانہ صوفی کی مئے ناب !
اے وادی لولاب!
بیدار ہوں دل جس کی فغان سحری سے
اس قوم میں مدت سے وہ درویش ہے نایاب!
اے وادی لولاب!(۱۴)

کلام اقبال جو حرکت و عمل کا حسین امتزاج ہے یہ کلام بصیرت و بصارت کے جملہ عناصر کا مرکب ہے۔ اس میں فلسفے کے وسیع علمی و تاریخی ماخذ شامل ہیں۔ اس کی تاثیر، ماہیت اور جبلت کے خصائص کا ذکر اقبال نے بڑے دلائل کے ساتھ کیا ہے۔ اس نظم میں اقبال نے اہل کشمیر کے فنون لطیفہ، حرب و ضرب اور داد شجاعت کے ہفت خواں کا ذکر کیا ہے۔ آپ کے انقلاب آفرین افکار کی بدولت اہل کشمیر دور ظلمت کے خلاف صف آرا ہوئے۔ اقبال کی عالمانہ فکر اور محققانہ نظر کے متعلق ہندوستان کے ماہر اقبالیات جگن ناتھ آزاد اپنی تصنیف "اقبال اور کشمیر" میں ملازادہ ضیغم لولابی کے متعلق تحریر کرتے ہیں کہ:

> "کشمیر میں بعض حضرات کا کہنا ہے کہ ملازدہ ضیغم لولابی سے حضرت مولانا سید انور شاہ مرحوم مراد ہیں۔"(۱۵)

جامعہ کشمیر سری نگر کے شعبہ اقبالیات، اقبال انسٹی ٹیوٹ کے سابق سربراہ اور نامور اقبال شناس پروفیسر آل احمد سرور جن کی اقبال کے ساتھ خط و کتابت بھی رہی ہے وہ اس نظم "ملازادہ ضیغم لولابی" کے متعلق جو محاکمہ کر کے اس کے سربستہ رازوں سے پردہ اٹھاتے ہیں وہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے اور فکر انسانی کو مہمیز کا کام دیتا ہے۔ علامہ اقبال ایران صغیر کی فکری، وجدانی، مکاشفاتی تشکیل کے جملہ عناصر کا بھی جائزہ لیتے ہیں۔ فکر اقبال کی ترویج و ترسیل میں آپ کی رائے ہے کہ:

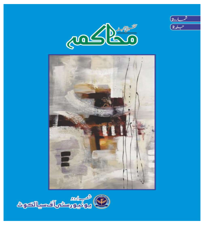

ISSN (Online): 2790-5861, ISSN (Print): 2790-5853

> "اس میں کوئی شک نہیں کہ وادی لولاب کا انتخاب اور اس کے ذریعہ سے عالم اسلامی اور کشمیر کے مسائل کا تذکرہ یہ ضرور ظاہر کرتا ہے کہ اس پردے میں شاہ صاحب کا تصور اور ان کی تعلیمات ضرور اقبال کے ذہن میں رہی ہونگی۔ اقبال کے یہاں براہ راست شاعری بھی ہے اور رمز وایماء بھی اور سب ہی باتیں اقبال نے رمز وایما کے پردے میں ہی کہی ہیں"۔ (۱۶)

ان دونوں عبقری شخصیات کے ہاں مسئلہ ختم نبوت، فقہ کی تدوین نو، عشق رسول ﷺ اور ملت اسلامیہ کی حالت زار کے حوالے سے مکمل یگانگت پائی جاتی تھی۔ اگر کوئی اختلاف کی ہلکی سی لکیر نظر آتی ہے تو وہ ہندوستان کے مسلمانوں کے سیاسی مستقبل کے حوالے سے تھی۔ علمائے دیوبند متحدہ قومیت کے نظریے کے پیروکار تھے جب کہ علامہ اقبال مسلمانوں کے لئے الگ وطن کے خواہش مند تھے۔

مولانا انور شاہ کشمیری نے صحیح بخاری کی شرح "فیض الباری" کے عنوان سے کی جو چار جلدوں کی صورت میں اشاعت پزیر ہوئی۔ عربی اور فارسی زبان میں سرور کائنات ﷺ کی مدح میں کئی قصائد لکھے۔ اس کے علاوہ کئی کتب بھی لکھ کر اسلام کی حقانیت کو دنیا پر واضح کیا۔ مسلمانوں کے فقہی مسائل کے حل کے لیے ٹھوس تجاویز بھی دیں۔ علامہ اقبال نے مولانا انور شاہ کشمیری کی اسی بصیرت کی افادیت کو سمجھا اور اس سے فکری ارتباط حاصل کیا۔ ڈاکٹر غلام محمد کھچی اپنی تصنیف "انور السوانح" میں اقبال اور مولانا انور شاہ کے درمیان فکری وذہنی ہم آہنگی کے متعلق تحریر کرتے ہیں کہ:

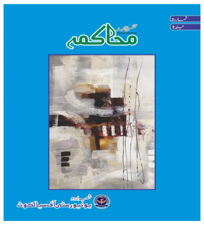

> "علامہ اقبال کے خیالات پر علامہ انور شاہ کے خیالات و نظریات کے فیصلہ کن اثرات نمایاں طور پر دیکھے جاسکتے ہیں اور ان اثرات کے مشاہدات کی بدولت علامہ اقبال کے خیالات پر انور شاہ کے فن و کمال اور جلالت و شان کے اعتراف و احترام کی قدر و قیمت واضح ہوتی ہے"۔ (۱۷)

ان دونوں کثیر الجہت عبقری شخصیات کے اساسی ماخذات میں اسلامی اور مغربی فلسفے کے علاوہ مشرقی اقدار کا بھی واضح اثر ہے۔ ان کے علم و حکمت کے جواہر پاروں کی بدولت عظمت انسانی اور رفعت روحانی کی معنویت امت مسلمہ پر عیاں ہوئی۔ ان دونوں ہم عصروں نے بنی نوع انسان کو دعوت فکر و عمل کی عملی ترویج کی دعوت دی تاکہ منزل مقصود تک راہ متعین ہو سکے۔ آج ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم ان عبقری اشخاص کے افکار سے حدت حاصل کر کے تطبیق نو کا فریضہ سر انجام دے سکیں۔ ان دونوں دانشوروں میں جو حیرت انگیز ذہنی و فکری یکسانیت ہے اقبال شناسوں کو ان کے وجدانی محرکات کو بھی صراحت سے بیان کرنا چاہیئے۔ اس معاصر سیاسی دور جو مسلمانوں پر انتہائی کرب ناک تھا اس کا مکمل ادراک کرنا اور ایک نئے اور جدید دور کی تشکیل کرنا ان عبقری افراد کی سعی و کاوش کا نتیجہ ہے۔ ان دونوں معاصرین کی علمی مساعی کی بدولت قادیانیت کے شجر ممنوع کا بروقت ادراک کر لیا گیا لیکن اگر قادیانی افکار کی کونپلیں مزید پھوٹ جاتیں اور وہ برگ و بار لا کر ملت اسلامیہ کے شجر کو بہت بڑے کرب سے دو چار کر دیتیں۔

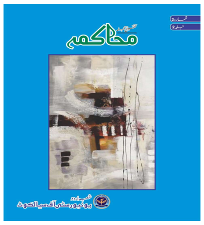

حوالہ جات

۱۔ عبدالرؤف عروج، رجال اقبال، (کراچی: نفیس اکیڈیمی، اشاعت اول، ۱۹۸۵ء)، ص ۱۲۵

۲۔ رشید نازکی، محفل اقبال، (سری نگر: جموں و کشمیر اکیڈیمی آف آرٹ اینڈ کلچر، ۱۹۷۸ء)، ص ۲۲۴

۳۔ محمد اقبال، کلیات مکاتیب اقبال، جلد دوم (مرتبہ) سید مظفر حسین برنی، (جہلم: بک کارنر، ۲۰۱۶ء) ص ۵۸۰

۴۔ کوندو، عبدالرحمن، الانور، (دہلی: ندوۃ المصنفین، اشاعت سوم، ۱۹۷۹ء)، ص ۳۵۴

۵۔ کوندو، عبدالرحمن، الانور، ص، ۴۵۳

۶۔ محمد انوری، مولانا، انوار انوری، (کراچی: جامعہ عربیہ احسن العلوم، ۱۴۲۵ھ) ص ۲۰۴

۷۔ محمد اقبال، حرف اقبال (مرتبہ) شیخ عطاء اللہ، (لاہور: اقبال اکادمی، ۲۰۰۵ء)، ص ۳۲۴

۸۔ فیوض الرحمٰن، ڈاکٹر، معاصرین اقبال، (لاہور: نیشنل بک سروس، ۱۹۹۳ء)، ص ۹۴۴

۹۔ انظر شاہ مسعودی، نقش دوام، (دیوبند: شاہ بک ڈپو، س ن)، ص ۱۸۸

۱۰۔ محمد اقبال، حرف اقبال (مرتبہ) لطیف احمد خان شروانی، (اسلام آباد: علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، ۱۹۸۴ء) ص ۱۹۳

۱۱۔ کلیم اختر، اقبال اور مشاہیر کشمیر، (سری نگر: گلشن پبلشرز، ، ۲۰۲۰ء)، ص ۹۹

۱۲۔ میر عبدالماجد، مقدمہ مرزائیہ بہاولپور (روداد)، (لاہور: اسلامک فاؤنڈیشن، ۱۹۸۸ء) جلد اول، ص ۳۱

۱۳۔ محمد اقبال، کلیات اقبال (اردو)، (لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۷۲ء) ص ۵۱۸

۱۴۔ محمد اقبال، کلیات اقبال (اردو)، ص ۶۷۷، ۶۷۶

۱۵۔ جگن ناتھ آزاد، اقبال اور کشمیر، (سری نگر: علی محمد اینڈ سنز، ۱۹۷۷ء) ص ۲۰۴

۱۶۔ کوندو، عبدالرحمن، الانور، ص ص

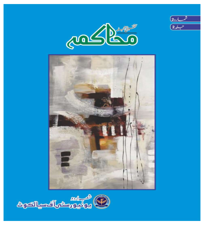

۱۷۔ غلام محمد کھچی، ڈاکٹر، انور السوانح، (لاہور: دار الکتاب، ۲۰۱۰ء) ص ۴۱۷